ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.6, Issue.3 (2023)
(July - September)

A Research Study of the Social Effects of Divorce in The Light of Islamic Teachings

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طلاق کے سماجی اثرات کا تحقیقی مطالعہ

رقیہ صفدر[1]
ڈاکٹر تاج الدین ازہری[2]

Abstract

Keeping in mind the natural and physical needs of human beings, Allah Almighty has made marriage legal for him in order to fulfill the physical needs of husband and wife as well as to maintain the continuation of the survival and growth of the human race. Therefore, Allah Almighty stressed to keep established and maintained this contract for ever. However, due to certain unavoidable reasons, termination of this bond is allowed which is defined as divorce.Although divorce is a permissible act, considering its terrible effects, Allah Ta'ala has declared it abhorrent and undesirable compared to all lawful affairs, such as after the occurrence of divorce; a man suffers from loneliness and psychological confusion, social scorn, being a target becomes a symbol of hatred, while the future of a divorced woman is at stake, fights and conflicts arise in the family and society and prove to be a precursor to life and financial losses so divorce should be avoided as much as possible by strictly adhering to Islamic teachings to protect individuals and society from its terrible effects.

Key Words: Human beings, Marriage, Unavoidable reasons, Divorce, Abhorrent, Conflicts, Losses, Society, Terrible effects.

Introduaction

جب میاں بیوی باہمی طور پر رشتہ ازدواجیت کی بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو ایک خاندان تشکیل پاتا ہے جو کنبے، قوم اور مملکتی زندگی کی اکائی شمار ہوتی ہے۔ یہی وہ بنیادی ہشتِ اول ہے جس پر پوری انسانیت کی بقاء اور افزائش کی عمارت قائم ہے اس لئے نکاح کو عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے[i]۔ اللہ تعالی اور رسول اکرمﷺ نے نکاح کے بارے کافی تاکید کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے"اور ان کا نکاح کراو جو غیرشادی شدہ ہیں تم میں سے"[ii]اسی طرح ارشاد نبویﷺ ہے"چار چیزیں انبیاء کرام ؑکی سنت ہیں؛ حیاء، خوشبو لگانا،مسواک کرنا، نکاح کرنا"[iii]اسی طرح جب بعض صحابہ کرام نے آپﷺ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو رسول اللہﷺ نے ان کو منع کرکے نکاح کرنے کی ترغیب دی[iv]حاصل یہ کہ نکاح ایک مقدس رشتہ ہے جو خاندان، کنبے اور اقوام کی بقاء ، تشکیل اور افزائش کا ذریعہ ہے۔

رشتہ نکاح کے تقدس اور پائیدار مستقبل کے لئے اللہ تعالی نے اس کو ایسے سابقات مزین کیا ہے کہ جس کا لحاظ کرکے رشتہ نکاح کی دوام کی ضمانت دی جا سکتی ہے جیسا کہ نکاح کرنے والا کا عاقل ہونا، عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا، ایجاب و قبول کی باہمی سماعت، ایجاب و قبول کا ایک ہی مجلس میں ہونا، نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہونا، میاں بیوی دونوں کا معلوم و متعین ہونا، گواہوں کی موجودگی اور سماعت، بالغہ عورت سے اجازت اور اس کی رضامندی، نابالغ بچے یا بچی کی نکاح کا فقط ولی کو اجازت وغیرہ[v]۔ شریعت نے اس مقدس رشتے کی اہمیت و ضرورت اس کو دوام بحشنے کے لئے درج بالا شرائط کی پاسداری ضروری قرار دی ہے لیکن جب ایک دفعہ میاں بیوی کا باہمی طور پر شرعی نکاح منعقد ہو تو پھر شریعت نے ہر حال میں اس کو باقی رکھنے پر زور دیا ہے ۔ اگر میاں بیوی کے درمیان کسی اختلاف یا ناچاقی کا اندیشہ ہو تو اسلام نے گھر کے اندر ہی جلد از جلد اس کو حل کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ناچاقی جلد از جلد یوں ختم ہو کہ میاں بیوی کے علاوہ کسی تیسرے فرد کو پتہ تک

---

[1]-لیکچرار اسلامک سٹڈیز شعبہ علوم اسلامیہ ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا۔
[2] - ایسوسی ایٹ پروفیسر سابق ایچ او ڈی ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا-سابق ایچ او ڈی ڈیپارٹمنٹ آف اصول دین، اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد-

نہ چلے اس لئے ارشاد بای تعالی ہے" اور وہ عورتیں جن کے نافرمان ہونے کا تمہیں اندیشہ ہو تو اس کو نصیحت کرو، خوابگاہوں میں الگ چھوڑو،انہیں مارو"[vi] یعنی ناچاقی کی صورت میں اس کو نصیحت کرکے سمجھاو کہ ایسا نہ کرو فلاں جرم یا نافرمانی سے باز آجاو، اگر اس کے ساتھ معاملہ ختم ہوا تو بہت اچھا، اگر اس سے کام نہ بنے تو پھر اس کو اپنی خوابگاہوں میں الگ کرو یعنی اس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم مت کرو امید ہے اس سے بات بن جائی گی تاہم اگر یہ طریقہ بھی مفید ثابت نہ ہوا تو اس کو بقدر ضرورت سزادے کر مارو تاکہ اس کو اپنی جرم کا احساس ہو اور وہ اس کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائے یعنی اسلام حتی المقدور کوشش کرتا ہے کہ میاں کے معاملات کے بارے میں کسی تیسرے فرد کو علم تک نہ ہو بلکہ وہ خود معاملے کو رفع دفع کرے تاہم اگر ان کے درمیان ناچاقی کا سدباب ان دو کی کوششوں سے ممکن نہ ہو سکے تو دونوں خاندانوں سے ایک ایک فرد لے کر وہ معاملے کو حل کرکے رشتہ ازواجیت کے رخنے دور کریں لیکن اگر ہر ممکن طریقے سے میاں بیوی کے اختلاف کا سد باب ممکن نہ ہو تو شریعت اسلامی پھر ان کے باہمی جدائی کی اجازت دیتا ہے جس کو "طلاق" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

طلاق کی لغوی تعریف

لفظ طلاق کا مادہ "طَلَقَ تطلیقا سے ہے جس کا معنی ہیں(چھوڑنا، آزاد کرنا، ترک کردینا)[vii]۔

"رفع القید(یعنی قیدکو اٹھادینا)[viii]۔

"طَلَقَتِ المَراَۃُمِنَ زَوجِھَا"(یعنی عورت اپنے شوہر سے جدا ہوگی)[ix]

طلاق کی اصطلاحی تعریف

الفاظ مخصوص کے ساتھ شوہر اپنے بیوی کے درمیان نکاح کے گرہ کو کھول دینا اور قید کے نکاح کو اٹھادینا طلاق کہلاتا ہے۔مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہے جو مادہ طلاق پر صراحتاً یا کنایۃً دلالت کرے۔

طلاق کی شرعی کی تعریف

"رفع القیدالثابت بالنکاح"[x]

نکاح سے ثابت ہونے والے حکم اور قید کے اٹھانے اور ختم کر دینے کو طلاق کہتے ہیں۔

طلاق قرآن کی رو سے

ارشادباری تعالیٰ ہے:

"لاجناح علیکم ان طلقتم النساء "[xi]
تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو
"یاایھا النبی اِذاطلقتم النساء فطلقو ھن لعدتھن"[xii]
اےنبی!(اپنی امت سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت(کے دنوں کے آغاز) میں طلاق دو۔
"اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف"
اور جب تم اپنی ا ور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ یا بھلائی کے ساتھ الگ کر دو[xiii]۔
طلاق حدیث کی رو سے:
"عن عبداللہ بن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابعض الحلال الی اللہ الطلاق"[xiv]
"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے،،۔
"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ"[xv]
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں قصدارادہ سے کی جائیں ابھی حقیقی شمار ہوتی ہے اور ہنسی مزاق میں کی جائیں تو ابھی حقیقی شمار ہوتی ہیں ؛ نکاح، طلاق اور رجوع ۔
اسی طرح رسول اللہﷺ سے بذات خود طلاق ثابت ہے
"ان النبیﷺ اللہ طلق حفصۃ ثم راجعھا"[xvi]
رسول اللہﷺ نے حفصہؓ کو طلاق دی اور پھر ان سے رجوع کرلیا۔

ان تمام تر تفصیلات کے باوجود طلاق اگرچہ ایک امر جائز ہے لیکن جائز امور میں سب سے مبغوض عمل ہے جیسا کہ ارشاد بنویﷺ ہے؛
"أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ الطَّلَاقُ"[xvii] کہ حلال امور میں اللہ کے ہاں مبغوض امر طلاق ہے۔
طلاق اگرچہ ایک امرجائز ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالی نے اس کو مبغوض اور مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ارتکاب سے سماج پر اس کے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو میاں بیوی کی ذاتی شخصیت کے علاوہ معاشرے اور سماج کے لئے بھی مضر ثابت ہوتے ہیں یعنی وقوع طلاق کے بعد نہ تو میاں بیوی اس کے اثرات سے محفوظ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی معاشرہ اور علاقہ جیسا کہ ذیل میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے ۔

طلاق کے شخصی اثرات

طلاق کے شخصی اثرات دو طرح کے ہیں

۱:- مرد پر طلاق کے اثرات

۲: - عورت پر طلاق کے اثرات

مرد پر طلاق کے اثرات

جب مرد عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہ ایک بندھن میں باندھ دیے جاتے ہیں نکاح صرف دو انسانوں کی جسمانی ملاپ کا نام نہیں بلکہ یہ دو روحوں کے ملن کا نام ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ایک رشتہ ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی بن جاتے ہیں اور اس کی ازواجی زندگی بہت زیادہ خوشگوار ہوتی ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اندر غصہ اور تکرار کا عمل بڑی تعداد میں پایا جاتا ہے بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان معمولی سی لڑائی بڑی بحث میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ایسے میں غصہ حاوی ہو جاتا ہے اور یوں میاں بیوی کے درمیان ایک چھوٹی سی بات طلاق کی شکل اختیار کر لیتی ہے جیسے شوہر اپنی بیوی کو کہتا ہے میرے لیے سجنا سنورنا کرو اور بیوی اپنے شوہر کی بات نہیں مانتی اور بات بات پر کہتی ہے مجھے اپنے میکے جانا ہے اور سہیلی کے گھر جانا ہے تو اس دوران ان دونوں کے رشتوں میں دراڑ پیدا ہو جاتےہیں شوہر اپنی بیوی کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے اور بیوی اپنی عادت سے باز نہیں آتی تو شوہر اپنے بستر الگ کرتا ہے اور اگر پھر بھی بیوی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی اور پھر مار پیٹ میں شروع ہوجاتی ہے اور اس وجہ سے نوبت طلاق تک پہنچتی ہے اور جب شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو اس پر عموماً درج ذیل اثرات ظاہر ہوتے ہیں؛

1۔تنہائی کا شکار ہونا

اکیلا پن محسوس کرتا ہے تو مرد اپنا اکیلا پن کو دور کرنے کے لئے نشہ وار چیزوں کو استعمال کرتا ہےجیسے سگریٹ ،چرس اور افین وغیرہ استعمال کرنے کے حاوی ہو جاتا ہے جس سے ان کی زندگی پر برا اثر مرتب ہوتا جاتے ہے اور مطلقہ مرد سے کوئی عورت شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی سوائے ان عورت کے جو عمر رسیدہ ہوں یا بیواہ ہوں یا کسی مجبوری کی بنا پر کنواری رشتہ سے ناامید ہو چکی ہو۔

2۔منشیات کا استعمال

طلاق دینے والا مرد جب معاشرےمیں پریشانی وتنہائی کا شکار ہوتا ہے تو اپنی ذہنی سکون کے حصول اور تنہائی کے احساس کو ختم کرنے کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال شروع کر دیتا ہے جس کو دیکھ کر مزید افراد بھی اس ناسور کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور معاشرے تباہی کی طرف گامزن ہونے لگتی ہے۔

3۔ نکاح ثانی سے انکار

بعض اوقات حادثاتی طور پر میاں بیوی کے درمیان نکاح ہو جاتا ہے لیکن میاں بیوی پھر افسردہ ہوتے ہیں اور وہ اپنی دوری روتے ہیں انہی حالات میں خاوند دوسری نکاح سے احتراز کرکے پہلا غم سلگاتا رہتا ہے چاہے وہ بیوی نہ ہونے کی وجہ سے گناہ میں کیوں مبتلا نہ ہو۔

4۔ خود سے نفرت

طلاق کے نتیجے میں خاندانی اور معاشرتی رویہ دیکھ کر بعض اوقات میاں کو خود سے نفرت ہو جاتا ہے اور وہ خود کو معاشرے کا ذلیل فرد سمجھنے لگتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنی نفس و جان کے حقوق بھی ادا کرنے کو تیار نہیں ہوتا، اس کھانا پینا، اس کا لباس، اس کے تعلقات سب اس فکر سے متاثر ہوتے ہیں اور وہ اپنے آپ سے ظلم کرنے لگتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

عورت پر طلاق کے اثرات

وقوع طلاق کے اثرات سے کوئی بھی متعلقہ شخص آزاد نہیں رہتا بلکہ متاثرہ عورت پر اس کی دیگر افراد سے بڑھ کر اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ ؛

1۔ عورت کا طلاق کا ذمہ دار ٹھہرانا

ام عبد منیب لکھتی ہے کہ "مرد تو طلاق دے کر نیا نکاح کر لیتا ہے اور اس کے معاشرتی حیثیت پر بھی کوئی فرق نہیں آتا لیکن طلاق عورت کے لئے ذلت، نفرت، حقارت، نحوست اور گالی کے مترادف ہے چاہے اس میں وہ سراسر بے قصور ہو"[xviii] یعنی بیوہ عورت ایک طرف اپنے خاوند کی جدائی کا غم برداشت کر رہی ہوتی ہے اور دوسری طرف معاشرہ اس کے لئے زندگی وبال کر دیتی ہے۔

2۔ دوسرے نکاح کا مسئلہ

مطلقہ عورت سے کوئی مرد شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا سوائے ان مردوں کے جو کسی مجبوری کی بنا پر کنواری کے

رشتہ سے ناامید ہو چکے ہو ۔معاشرے کی طرف سے مختلف سوالات اُٹھائے جاتے ہیں مثلاً یہ کہ اس کو طلاق بلا وجہ نہیں ہوا اس میں کوئی کمی ضرور ہو گی، یہ اگر ایک خاوند کے ساتھ گھر نہیں بسا سکی تو دوسرے کے ساتھ کیسے نباہ کر سکے گی وغیرہ۔ اُوپر سے اگر مطلقہ عورت صاحب اولاد ہو تو اس کے شادی کے امکانات اور بھی معدوم ہو جاتے ہیں کیونکہ لوگ یہی سوچتے ہیں کہ کیونکہ دوسرے کے بچوں کی ذمہ داری اپنی کندھوں پر لے لی جائے وغیرہ۔ ایسی صورت حال میں عورت کو بھی فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ نکاح کرو یا نہ کرو یعنی اپنی اسی سابقہ شوہر کی اولاد کے ساتھ زندگی کا سفر جاری رکھوں وغیرہ ۔ ایسی صورت حال میں مطلقہ کا نکاح اگر ناممکن نہیں لیکن مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔

3۔ سکونت

مطلقہ عورت جب خاوند کے گھر سے نکالی جاتی ہے تو بعض اوقات والدین ، بھائی ، بہن وغیرہ اس کو قبول کرکے اپنے ساتھ رہائش دیتے ہیں لیکن بعض اوقادت اس کی مالی استطاعت کمزور ہوتا ہے، بعض اوقات مال تو ہوتا ہے ان کے پاس لیکن دل میں جگہ نہیں ہوتا یہاں تک اولاد عورت کو تو والدین بھی بعض اوقات اپنے اوپر بوجھ سمجھ کر گھر سے نکا دیتی ہے یا والدین کہتے ہیں کہ تمہیں تو پال سکتے ہیں لیکن تیری اولاد کو نہیں رکھ سکتے تو ایسی صورت حال میں مطلقہ عورت کو رہائش کے حوالے سے کافی مشکلات اور پریشانیاں سہنی پڑتی ہیں۔

4۔ عدم تحفظ

عورت فطری طور پر کمزور ہے اس کو ہر وقت کسی سہارے اور نگران کی ضرورت پڑتی ہے۔ والدین کے بعد خاوند اس کا مضبوط سہارا ہوتا ہے لیکن طلاق واقع ہونے کے بعد جب یہ سہار انہیں رہتا تو وہ عدم تحفظ کی شکار ہو جاتی ہے ، میکے والے بھی پہلے کی طرح اس کو نہیں اپناتی تو نتیجہ وہ معاشرتی مشکلات کی شکار ہو کر دارالامان کی راہ لیتی ہے یعنی کہ معاشرہ اس کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

5۔نفسیاتی مسائل

مردوں کے مقابلے میں طلاق یافتہ خواتین زیادہ نفسیاتی و جذباتی مسائل کے شکار ہو بہت سے ذہنی اور جسمانی بیماروں کی شکار ہو جاتی ہے۔ ڈپریشن، ہائی بلڈ پریشر ، پٹھوں کا درد،ہسٹیریا،خوف و مایوسی مطلقہ عورت کو گھیر لیتی ہے۔

خاندانی /عائلی اثرات

طلاق کے بُرے اثرات سے میاں بیوی کے خاندان بھی محفوظ نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ ذیل میں ذکر ہے؛

طلاق ، خاندان کے نام پر دھبہ

ایک خاندان میں اگر کسی عورت کو طلاق ہو جاتی ہے تو معاشرتی مزاج کے مطابق چونکہ طلاق کی ذمہ دار عورت ہی کو گردانا جاتا ہے لہذا جس خاندان کی کسی بیٹی کو طلاق ہو جاتا ہے تو وہ اس خاندان کے نام پر دھبہ بن جاتا ہے اور معاشرہ اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ اس مطلقہ کے دیگر رشتہ دار خواتین اگر اچھی حیثیت اور اخلاق والی کیوں نہ ہو تب بھی ان کے لئے اسی کی طلاق عار بن جاتی ہے اور معمولی سی غلطی پر ان کو عار دلایا جاتا ہے کہ آپ کی فلاں بہن یا بیٹی کو ویسے طلاق نہیں ہوا ضرور تمہارے اندر کوئی غلطی اور کمی ہو گی وغیرہ۔

"طلاق کے بعد عورت نے واپس اسی گھر آنا ہوتا ہے جہاں سے وہ نکاح کے وقت رخصت کی گئی تھی عموما اس کا استقبال نفرت یا بے دلی کے ساتھ کیا جاتا ہے باپ دادا وغیرہ کے مطلقہ کے وجود کو اپنی معاشرتی حیثیت پر ایک بد نام دھبہ سمجھتے ہیں خواہی نخواہی اسے میکے والے اپنے ہاتھ رکھ تو لیتے ہیں لیکن اپنے دل کے دروازے اس کیلئے مشکل ہی سے کھولتے ہیں بعض خاندانوں میں طلاق سے اس قدر نفرت پائی جاتی ہے کہ طلاق دینے والے مرد کو عورت کے باب بھائی وغیرہ قتل تک کر دیتے ہیں کیا ہے چاہے وہ باہم کتنے ہی حقیقی اور قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو جبکہ باہم میل ملاقات اور معاملات کا ختم کر دینا تو ایک عام روایت ہے مطلقہ کو اتنا منہوس سمجھا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنی بیٹیوں کی منگنی اور شادی کی کسی رسم میں مطلقہ کی شمولیت کو بد شگونی کا باعث سمجھتے ہیں بعض متعلقہ خواتین یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ وہ اب نکاح نہیں کریں گی خود کمائے گی اور آزادی سے زندگی گزاریں گی عورت کا یہ جذباتی فیصلہ اس کے ضد کا نتیجہ ہوتا ہے جو پہلے شوہر کی وجہ سے اس کے اندر پیدا ہوئی ورنہ عورت اور اس کے اندر اپنا گھر بسانے کی خواہش ہی نہ ہو یہ ایک خلاف فطرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ سب ایک بات میں اتفاق کرتے ہیں اور وہ یہ جو دن (برے بھلے سہی) خاوند کے ساتھ گزارے ،وہ سکون اور اطمینان کے لحاظ سے ان دنوں سے بدر جہا بہتر ہے جو شوہر کے بغیر گزار"[xix]

"جس معاشرے میں خاندان کا بندھن کمزور پڑ جائے اور خاندان انتشاروٹوٹ بھوٹ کا شکار ہو جائے اس معاشرے میں بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں کیونکہ خاندان معاشرے کے پہلے اکائی ہے اس کے بگاڑ سے پورے معاشرے کا بگاڑ ہوتا ہے معاشرے میں فساد، انتشار،بدامنی عدم اطمینانی بدعملی کو فروغ ملتا ہے دلوں میں محبت کی بجائے نفرت، ہمدردی کے بجائے بےرحمی جنم لیتی ہے جس میں طلاق کے ذریعے علیحدہ ہونے افراد کے ساتھ ساتھ ان کے خاندان، ان کے بچوں پر بھی بہت سے منفی اثرات پڑتے ہیں بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے زیادہ نقصان ایسی صورت میں عورت کا اور اس کے بچوں کا ہوتا ہے گویا طلاق یافتہ ہونا عورت کے لیے ایک ایسا داغ ہمارے معاشرے میں بن چکا ہے جو اس کی زندگی کے ساتھ ہی مٹے گا اور اس کے بچوں کے مستقبل کو بھی طلاق یافتہ ماہ کے بچے ہونے کا ٹائٹل تمام عمر متاثر کرتا رہے گا کیونکہ خاندان کا شیرازہ بکھرجانے کی صورت میں بچوں کے روشن مستقبل کی مکمل طور پر ضمانت نہیں دی جاسکتی ان کی شخصیت عدم تحفظ اور عدم اعتماد کا شکار ہوتی ہے طلاق خواہ کسی بھی صورت میں ہو،دو زندگیوں کے درمیان المیوں کو جنم دیتی ہے جس کا شکار عورت اور مرد کے علاوہ بچے بنتے ہیں جو یقینا دونوں کے عمل مکروہ کا شکار ہوتے ہیں" [xx]۔

بچوں پر طلاق کے اثرات

والدین بچوں کے لئے سائبان کا درجہ رکھتے ہیں- اگر والدین کا باہمی رشتہ ٹوٹ جائے تو سب سے زیادہ اور دور رس اثرات بچوں پر مرتب ہوتے ہیں- اگر والدین کے مابین طلاق واقع ہو جائے تو عموماً بچے خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگتے ہیں اور ان میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ جاتا ہے- ایسے بچے مستقبل میں رشتوں کو نبھانے اور عملی زندگی میں عام بچوں کی مانند نہیں ہوتے بلکہ ایک احساسِ کمتری ان پر سوار رہتی ہے- ماں باپ کے اس عمل کی وجہ سے ان کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے-

ایسے بچے اپنے آپ کے ساتھ لڑتے رہتے ہیں ، اپنے جذبات اور احساسات کا کھُل کر اظہار نہیں کر پاتے اور اگر مناسب سہارا نہ ملے تو بچے اوائل جوانی میں ہی اپنا دھیان بانٹنے کی خاطر نشہ آور اشیائ کا بھی سہارا لینا شروع کر دیتے ہیں جن سے ان کی زندگی تباہی اور بربادی کی طرف چل پڑتی ہےکئی بچے منفی رُجحانات میں بے تحاشا اضافے کی وجہ سے مثبت سوچ اور مثبت روّیے سے محروم ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ زندگی بھر کی ناکامیاں ہوتی ہیں- اکثر بچے سوتیلے والد یا حالات کے تھپیڑوں سے تنگ آ کر اوائل جوانی ہی سے چوری چکاری، منشیات، بدکاری، غلط صحبت اور دیگر جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں--

معاشی اثرات

خوش گوار ازدواجی زندگی سے نہ صرف شوہر اور بیوی کو سکون و قرار حاصل رہتا ہے بلکہ پورا خاندان اور معاشرے پر کسی نہ صورت میں اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر ایک جوڑے کی ازدواجی زندگی تناؤ کا شکار ہو تو نہ صرف اس کا اثر زوجین پر پڑتا ہے بلکہ پورا گھر اور اس کے خاندان سبب بے چینی کا شکار ہوکر سکون کھو بیٹھتا ہے۔ بعض اوقات ہی نہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زوجین کے تنازعات کے منفی اثرات گھر اور خاندان سے باہر نکل کر معاشرے کے بھی کسی نہ کسی حصہ کو متاثر کرنے لگتے ہیں۔

ہر انسان کا اچھا یا برا عمل محض اس کی ذاتی زندگی کو ہی متاثر نہیں کرتا بلکہ آس پاس کے ماحول پر بھی کسی نہ کسی طرح اثر ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس معاشرے میں ہر شخص اچھائیوں پر خوش ہوتا ہے اور برائی دیکھ کر غم زدہ اور پریشان ہوتا ہے کیوں کہ کہیں نہ کہیں وہ ان کے اثرات سے خود کو، اپنے اہل خاندان کو اور آگے بڑھ کر پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہوا محسوس کرتا ہےطلاق کی صورت میں ایک لڑکی ہی نہیں اس کا خاندان اور اس کے معاشرے کے لوگوں کی عزت و وقار کے لیے بھی بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ کسی ایک لڑکی کی طلاق کے سبب اس خاندان اور علاقے کی دوسری لڑکیوں کی شادیاں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ دوسری لڑکیوں کے لیے جب رشتے آتے ہیں تو لوگ یہ کہہ کر رد کردیتے ہیں کہ اس گھر میں تو پہلے سے ایک طلاق شدہ لڑکی موجود ہے اس طرح دوسری لڑکیوں کے رویہ، معاملات اور اخلاق و کردار کو بھی خورد بین سے دیکھا اور جانچا جانے لگتا ہے۔جس معاشرے میں آئے روز طلاق سے گھر اجڑتے ہوں، بچے یتیم ہوں، با سہارے بے سہارا ہوں تو اس معاشرے کے لوگ عذاب کے شکار ہوجاتے ہے تو ایسے علاقے لوگوں کے نصیب میں غم تکلیف سے زندگی گزارتے رہتےہے اگر عورت کو طلاق ہوجاتی ہیں تو اس کے معاشرتی حیثیت پر فرق پڑتا ہے جبکہ اگر دیکھا جائے تو مرد کی حیثیت اور اس کے مقام پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے

ام عبدمنیب لکھتی ہیں:

"مردتو طلاق دےکر نیا نکاح کرلیتا ہے اور اس کی معاشرتی حیثیت پر کوئی فرق نہیں آتا لیکن طلاق عورت کے لئے ذلت ،نفرت،

حقارت ، نحوست اور گالی کے مترادف ہے"[xxi]۔

معاشرتی طور پر طلاق کا منفی اثر فریقین پر تو پڑتا ہی ہے لیکن اس کا سب سے بڑا اثر مطلقہ لڑکی پر پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معاشرہ یہ سوال کرتا ہے کہ لڑکی کو طلاق کیوں ہوئی؟ یہ سوال اس کے رویوں سے لے کر بعض اوقات اس اخلاق و کردار تک موضوع کا بحث بناتا ہے۔ لوگ سوچتے ہیں لڑکی جھگڑالو ہے، کام چور ہے، نبھاؤ کرنا نہیں جانتی اور --- اور کوئی چکر وغیرہ۔ جب کہ اکثر اوقات مرد کو ان سوالوں کے گھیرے میں نہیں آنا پڑتا۔ اس طرح سماجی اعتبار سے عورت کی شخصیت کو زیادہ نقصان (Damage) پہنچتا ہے اور اس کا مستقبل نئے مسائل سے دو چار ہو جاتا ہے۔

یہ کیفیت جہاں معاشرے کی اخلاقی پستی ، بے دینی اور معاملات کے میں کمی کو ظاہر کرتی ہے اور اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ ہمارا معاشرہ مطلقہ لڑکیوں کی شادی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور اگر ہے تو مرد کی محض مجبوری کی صورت میں۔ ہمارے معاشرے کا ایک ذہنی سوچ یہ بھی بن گئی ہے کہ طلاق کی صورت میں لڑکی ہی غلط ہے ۔

مطلقہ کی معاشرتی زندگی کو ایک بڑا جھٹکا اس وقت لگتا ہے جب میکے میں کچھ مدت گزرنے کے بعد اس کے گھر والوں کا رویہ تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بھائی، بھاوج اور بعض اوقات ماں باپ تک اس سے اکتانے لگتے ہیں اور اسے احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ اپنے میکے والوں پر بوجھ ہو رہی ہے۔ یہ کیفیت اس وقت اور زیادہ شدید ہوتی ہے جب میکے والے معاشی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔خاندان، معاشرے اور خود فریق پر جو طلاق کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کا بنیادی سبب تو سماج اور معاشرے کی بگڑی اور غیر اسلامی سوچ ہے، جو ایک مطلقہ لڑکی کے ساتھ وہ اختیار کرتا ہے۔ حالاں کہ ضروری نہیں کہ ہر طلاق شدہ لڑکی غلط ہی ہو اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ آئندہ کی ازدواجی زندگی میں بھی لڑکی کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو اس سے پہلے ہوا ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ طلاق کا سبب لڑکی ہی کی غلطی رہی تب بھی یہ ضروری نہیں کہ مطلقہ آئندہ کی ازدواجی زندگی میں بھی اسی رویے پر قائم رہے گی اس لیے کہ انسان ماضی سے سبق لے کر مستقبل کو اپنے تجربات کی بنیاد بہتر بنانے کی یقینا کوشش کرتا ہے۔

خاندان اور معاشرے کو طلاق کے منفی اثرات سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے سماج کے فکری سانچوں کو درست کریں اور یہ سمجھیں کہ اگرچہ طلاق اس حیثیت سے بری چیز ہے کہ وہ دو رشتوں کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے، مگر جب رشتے کو آگے بڑھانا عذاب زندگی بننے لگے تو اس کو اچھی زندگی میں تبدیل کرنے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ بتایا ہے۔ اگر ہم اس کا احترام نہیں کریں گے تو پورا سماج بحران سے دو چار ہوجائے گا۔

ہمارے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں بھی طلاق ہوتی تھی۔ صحابہ اور صحابیاتؓ کے طلاق اور خلع کے واقعات ہمارے سامنے ہیں لیکن ہم یہ نہیں دیکھتے کہ طلاق تو دراصل کسی وجہ یا وجوہ نباہ نہ ہونے کے سبب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں طلاق شدہ عورت یا مرد کا طلاق شدہ ہونا عیب تصور نہیں کیا جاتا تھا اور معاشرہ انہیں بلا تکلف پھر سے رشتہ ازدواج کی پیشکش کرتا تھا۔ خود رسولِ پاکؐ کی بیٹی اور آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید کے درمیان طلاق ہوئی اور ان کی بعد کی ازدواجی زندگی اچھی اور کامیاب گزری۔

مسلم سماج کو طلاق کو برائی اور مطلقہ کو برا سمجھنے کی نہیں بلکہ اسلام کے متعین کردہ دین داری کے معیار کو سمجھنے اور اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے اور جب تک ہم انہیں اختیار نہیں کریں گے ہمارا سماج مسائل کا شکار رہے گا۔

معاشرتی اثرات

طلاق کے واقع ہونے کے بعد جہاں پر متعلقہ مرد و عورت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اسی طرح خاندان بھی مختلف قسم کے مشکلات کے شکار ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی معاشرتی اور علاقائی اثرات بھی نمودار ہو جاتے ہیں جیسا کہ ؛

1۔ منفی رویہ

اس کا پہلا اثر تو یہ ہو جاتا ہے کہ علاقے اور معاشرے میں وہی دو مرد و عورت جو کل تک محبوب تھے آج طلاق کے بعد مبغوض اور نفرت گاہ بن جاتے ہیں ہر کوئی اس کے ساتھ منفی رویہ اپنا لگ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ طلاق شرعی طور پر میاں بیوی کی مجبوری ہو بعض اوقات لیکن معاشرتی منفی رویے کا پھر بھی سامنے کرنا پڑے گا اور متعلقہ مرد و عورت کو معاشرتی کج نظریوں کو سہنا پڑے گا۔ اسی سوچ کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد ہر حال میں اس کو نبھانا ضروری ہے چاہے میاں بیوی کا لاکھ مسائل کا سامنا کیوں نہ ہو جب شریعت اسلامی نے حتی المقدور اسی مقدس رشتے کو بنھانا ضروری قرار دیا ہے لیکن جب نباہ مشکل ہو تو دونوں انسانوں کو اجیرن زندگی سے نکالنے کے لئے طلاق کو جائزہ قرار دیا ہے لیکن علاقائی فکر و نظر میں یہ ہر حال میں جرم ہے جس سے احتراز ضروری ہے لہذا جو میاں بیوی طلاق کے مرتکب ہو انہیں اپنے علاقے اور معاشرے کی جبر و کراہت کو برداشت کرنا پڑے گا۔

2۔نکاح ثانی

جیسا کہ اوپر مذکورہ بھی ہوا شخصی اثرات میں کہ طلاق ہو جانے کے بعد متعلقہ مرد و عورت کا دوسرا نکاح کرنا علاقے میں مشکل بلکہ جرم بن جاتا ہے۔ نہ تو مرد کو بآسانی دوسری نکاح کے لئے کسی عورت دستیاب ہوتی ہے اور نہ ہی مطلقہ عورت کو نکاح ثانی کا اہل خیال کیا جاتا ہے بلکہ ان کے بارے میں یہی سوچ ہوتا ہے کہ اگر ان میں رشتہ نکاح کو پالنے اور برقرار رکھنے کی صلاحیت ہوتی تو پہلے والا کیوں برقرار نہ رکھ سکے ضروری ان میں کوئی ایسی خامی ہے جس کی وجہ سے نوبت طلاق تک پہنچی ہے لہذا ان کے ساتھ نکاح ثانی کرنا خود جان بوجھ مشکل میں ڈالنا ہے الغرض علاقے اور معاشرے میں وہ نفرت کی نشان بن جاتے ہیں۔

3۔ بچوں کی پرورش

طلاق ہو جانے کے بعد بچے عدم تحفظ کے شکار ہو کر تربیت اور تعلیم محروم ہونے کا خدشہ ہونے کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی طلاق ان کے لئے عیب اور عار بن جاتا ہے جہاں بھی جاتے ہیں جب ان کا تعارف ہوتا ہے تو اس میں اس بات کا بھی تذکرہ آتا ہے کہ یہ فلاں مطلقہ یا طلاق دینے والے مرد کی اولاد ہیں جو ان کے لئے شرمندگی کی باعث بنتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب ایسے بچے بڑے ہو کر تعلیم و تربیت کے مرحلے سے نہیں گزرتے تو وہ معاشرے کے لئے خطرہ بن جاتے ہیں ، ان کا کنڑول کرنے والا، نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا لہذا وہ منشیات، چوری، ڈاکہ زنی وغیرہ جیسی موذی امراض کے شکار ہو کر معاشرے کے لئے ناسور بن سکتے ہیں۔

4. عدالتی مشکلات

عمومی طور پر طلاق ہو جانے کے بعد مختلف قسم کے مسائل سامنے آتے ہیں بیوی اپنے حقوق کی دعویدار اور میاں اپنے حقوق کا دعویدار ۔ ہر کوئی اپنے حقوق سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہوتا مثلاً مہر، جہیز، نان و نفقہ، بچوں کی تربیت کا خرچہ وغیرہ کے لئے پھر عدالت کا دروازہ بھی بعض اوقات کھٹکھٹایا جاتا ہے جس کے لئے کافی رقم اور اثرورسوخ درکار ہوتی ہے نیز عدالتی کاروانی کی طوالت کی وجہ سے میاں بیوی مزید نفسیاتی مشکلات کے ساتھ ساتھ علاقائی مسائل کا سامنے کرتے ہیں جیسا کہ ان کی نکاح ثانی میں تاخیر ہوتی ہے، مال کے حریص ہونے کا طعنہ،عدالتی کاروائی چلانے کے لئے لوگوں سے قرض مانگ مانگ کر شرمندہ ہونا وغیرہ تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

5. نکاح ثانی کے دوران جبر

ہمارے معاشرے میں ایک تو دوسرا نکاح اچھا خیال نہیں کیا جاتا تاہم جب کسی عورت کو طلاق ہو جانے کے بعد کسی جگہ نکاح ہو جاتا ہے تو بعض اوقات وہ کسی کی دوسری بیوی ہی بنتی ہے جہاں پر پہلی بیوی کی طرح محترم اور اہل حقوق خیال نہیں کیا جاتا ہے لہذا جو حقوق بیوی کو دینا ضروری ہے جیسے ازدواجی تعلق میں عدل، نان و نفقہ، رہائش و غیرہ تو ان امور میں اکثر یہی دوسری بیوی جبر و ظلم کی شکار رہتی ہے جس کے لئے وہ اگر آواز بلند کرے تو مزید عار کے الفاظ سننے پڑتے ہیں لہذا اسی حق تلفی پر خاموش رہ کر جی رہی ہوتی ہے۔

6. عمررسیدہ کے ساتھ نکاح

طلاق و نکاح کے حوالے سے علاقائی مزاج و کردار کا مطالعہ کرنے سے یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ بعض اوقات بلکہ اکثری طور پر مطلقہ عورت چاہے وہ جوان ہی کیوں نہ تواس کو دوسرے نکاح کا اگر موقع ملے بھی تو وہ اپنے سے کئی گناہ بڑے عمر کے مرد سے نکاح کے لئے راضی ہونا پڑتا ہے جس سے اس کے ازدواجی زندگی میں اطمینان کا حصول مشکل ہوتا ہے تاہم وہ سر چھپانے کے لئے اس کے لئےبھی راضی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک علاقائی و معاشرتی ظلم ہے ان مطلقہ خواتین کے ساتھ کہ اس کو بوجھ سمجھ کر سر سے اُتارنے کی کوشش کی جاتی ہے آگے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کس کے ساتھ بیاہی جا رہی ہے۔

7. دور کے علاقوں میں نکاح

ایک بُرا دستور یہ بھی ہے کہ اگر کسی عورت کو طلاق ہو جاتے تو اس کی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو دور دراز کے علاقوں میں بیاہی جاتی ہے جہاں سے ان کا بآسانی اپنے میکے آنا جانا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو وہ پھر اسی علاقے کا ہو کر رہ جاتی ہے اور میکے کے ساتھ اپنا رشتہ ناطہ ہمیشہ کے لئے ترک کردیتی ہے کیونکہ وہاں سے ان کا آنا جانا مشکل ہوتا ہے اور وہاں پر چاہے مطمئن ہو یا نہ ہو مطمئن ہونا ہی پڑتا ہے اور اس کے میکے والے بعض اوقات اس پر رقم لے کر اس کو جانور کی طرح بیچ دیتے ہیں جس کا پھر کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔

8.فتوی ، جھوٹ اور تساہل

بعض اوقات جب میاں بیوی کے درمیان طلاق کا مکالمہ ہو جاتے ہے تو بعد میں ان کو اپنے کئے پر افسوس ہوتا ہے اور اس کا حل تلاش کرنے کے لئے کسی دارالافتائ پہنچ جاتے ہیں اور جھوٹا بیان گھڑ کر اپنی نکاح کے باقی رہنے کا فتوی حاصل کرنے لیتے ہیں حالاناکہ علاقے کو پتہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان طلاق ہوچکا ہے۔

اسی طرح من گھڑت بیانات پر اپنے حق میں فیصلہ لینا اور پھر ان میاں بیوی کا ایک ساتھ رہنا، معاشرتی تساہل کا ذریعہ بنتا ہے کل کوئی اور خاندان انہی مسائل کا شکار ہو کر یہی راستہ اپناتے ہیں اور یوں معاشرے میں طلاق کی وہ قباحت نہیں رہ جاتی جو شریعت اسلامی نے کہا ہے یوں معاشرے اس خفیہ زنا میں مبتلا ہوتی جاتی ہے۔

خلاصہ/ نتائج البحث

انسان کی فطری اور جسمانی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالی نے اس کے لئے رشتہ نکاح کو مشروع کیا ہے تاکہ میاں بیوی کی طبعی ضرورت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ نوعِ انسانی کی بقاء اور افزائش کا تسلسل برقرار رکھا جا سکے تاہم بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اس بندھن کے خاتمے کی اجازت دی گئی ہے جس کو طلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

طلاق کا لغوی معنی ہے "ترک کرنا، چھوڑ دینا "جبکہ اس کا اصطلاحی معنی ہے " الفاظ مخصوص کے ساتھ شوہر اپنے بیوی کے درمیان نکاح کے گرہ کو کھول دینا اور قید کے نکاح کو اٹھادینا طلاق کہلاتا ہے"۔مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہے جو مادہ طلاق پر صراحتاً یا کنایۃً دلالت کرے اور اس کا شرعی تعریف یہ ہے "نکاح سے ثابت ہونے والے حکم اور قید کے اٹھانے اور ختم کر دینے کو طلاق کہتے ہیں"۔ اللہ تعالی نے ناگزیر وجوہات کی بناء پر طلاق کی اجازت دی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے؛"تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو"[xxii] اسی طرح رسول اللہ کے بارے میں منقول ہے؛"رسول اللہ ﷺ نے حفصہؓ کو طلاق دی اور پھر ان سے رجوع کرلیا"[xxiii]۔ طلاق اگرچہ ایک مباح عمل ہے تاہم اس کے بھیانک اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالی نے تمام حلال امور کے مقابلے میں مبغوض اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے [xxiv] جیسا کہ وقوعِ طلاق کے بعد مرد تنہائی کا شکار ہوتا ہے، اپنی تنہائی کا احساس ختم کرنے کے لئے منشیات کا سہارا لینے لگتا ہے، نکاحِ ثانی سے دل اُچٹ جاتا ہے، خود سے نفرت ہونے لگتا ہے، نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتا ہے ، معاشرتی طعنہ زنی کا نشانہ بن کر نفرت کی علامت بن جاتا ہے جبکہ مطلقہ عورت کو خواہ مخواہ وقوع طلاق کی تنہا ذمہ دار سمجھا جانے لگتا ہے، نکاح ثانی میں مشکلات ہوتی ہیں،سکونت، نان و نفقہ ، عدم تحفظ اور دیگر نفسیاتی مسائل اس کو گھیر لیتی ہے اور اس کا مستقبل داؤ پر لگ جاتا ہے، خاندانوں میں باہمی نفرتوں اور دشمنوں کو جگہ ملتی ہے، محبت اور ہمدردی روٹ جاتی ہے، بچوں کی پرورش متزلزل ہوتی ہے، نکاح ثانی میں رضا کو بالائے طاق رکھا جاتا ہے، نوجوان لڑکیاں عمررسیدہ افراد کے ہاتھ میں تھما دی جاتی ہیں اور سماج میں لڑائیاں اور تنازعات جنم لے کر جانی و مالی نقصانات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں اس لئے اشد ضروری ہے کہ طلاق کے معاملے میں اسلامی تعلیمات پر سختی کے ساتھ کاربند رہ کر حتی المقدور اس سے احتراز کیا جائے تاکہ سماج میں نئی مشکلات کو جنم نصیب نہ ہو اور معاشرہ و سماج انفرادی و اجتماعی طور پر اس کے بھیانک اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔

مصادر و مراجع (References)

---

[1]ابن الہمام، محمد بن عبدالواحد (م861ھ)، فتح القدیر، بیروت: دارالفکر، سطن، ج3، ص185

[2] القرآن، 24: 32

[3] ترمذی، محمد بن عیسی(م279ھ)، سنن الترمذی،رقم:1080، بیروت: دارالغرب الاسلامی، سن اشاعت؛ 1998ء، ج2، ص382

[4] سنن الترمذی، رقم:1083، ج2، ص385

[5] غلام الرحمن، مفتی، فتاوی عثمانیہ، پشاور: العصر اکیڈمی، اشاعت ششم؛2020ء، ج5، ص4-5،

[6] القرآن، 04: 34

[7]کیرانوی، وحیدالزمان،(1415ھ 1995ء) القاموس الجدید،ادارہ اسلامیات، لاہور: طباعت اول، 1410ھ، ص: 435

[8]ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، مطبع: لاہور :مکتبہ رحمانیہ، ج: 4،ص:290

[9]محمد علی جانباز، طلاق احکام، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، اشاعت:2004ء، ص: 12

[10]ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدیہ، مطبع:لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج: 4،ص: 290

[11] القرآن،2: 236

[12]القرآن،1:28

[13]القران2: 231

[14]محمد بن عبداللہ حاکم نشاپوری(405ھ)،مستدرک لحالکم، مطبوعہ: بیرت،مکتبہ دارالکتب العلمیہ، ج: 2، رقم196

[15] سنن الترمذی، رقم:1184، ج2، ص481

[16]-سنن الدارمی، محمد بن عبدالرحمن(م255ھ) ، سنن الدارمی(محقق)، رقم:2311، المملکۃ السعودیۃ: دار المغنی للنشر و التوزیع، طبع اول؛2000ء، ج3، ص1455

[17]-سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید(م273ء)، سنن ابن ماجہ، رقم:2018، بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ، سطن، ج1، ص650

[18]- ام عبد منیب، مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل، لاہور: مشربہ علم و حکمت ،طبع1427ھ، ص18

[19]- محمد عبدمنیب،مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل،لاہور،مشربہ علم وحکمت،1428،ص: 17

---

[20] سیدہ سعدیہ، پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل،لاہور :2017ء، ص: 1

21۔ سیدہ سعدیہ، پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل،لاہور :2017ء، 147

[22] القرآن،2: 236

23۔ الدارمی، محمد بن عبدالرحمن(م255ھ) ، سنن الدارمی(محقق)، رقم:2311، المملکۃ السعودیۃ: دار المغنی للنشر و التوزیع، طبع اول؛2000ء، ج3، ص1455

[24]محمد بن عبداللہ حاکم نشاپوری(405ھ)،مستدرک لحالکم، مطبوعہ: بیرت،مکتبہ دارالکتب العلمیہ، ج: 2، رقم196